Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

جیلانی کامران کی شاعری: ایک ثقافتی مطالعہ

انعم الٰہی بھٹہ
پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبۂ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور
پروفیسر ڈاکٹر سعادت حسن سعید
ممتاز پروفیسر، شعبۂ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

Abstract:

This article investigates the significance of Jilani Kamran's cultural perspectives and their crucial role in understanding his poetry۔ It emphasizes that a poet's cultural tradition is integral to their comprehension۔ Jilani Kamran، influenced by the Islamic Persian tradition، introduces a fresh expression style in Urdu poetry۔ His poems embody a unique creative vision، interwining the spiritual concepts of Islam with the cultural sentiments of humanity۔ Going beyond the material aspects، Kamran's work explores the spiritual significance of the universe، employing imagination and emotional connections۔ Drawing inspiration from English poets and Sufi traditions، he blends diverse dimensions to create a distinctive voice in contemporary Urdu literature۔ His poetry showcases a deep understanding of the unknown، offering profoun Jilani Kamran's Poetry: An Introduction of Cultural Expressions and New Artistic Styled insights into human existence and the mysteries of life۔

Keywords: Urdu language, Pakistani Poetry, cultural poetry

اردو ادب کو بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے جس میں ایک نثر ہے اور دوسرا شاعری، شعر کہنا محض قلبی واردات کی عکاسی نہیں بلکہ شعری سرمائے میں دراصل کئی تہذیبی تعاملات کارفرما ہوتے ہیں۔ کوئی بھی شاعر یا ادیب معاشرے میں موجود عناصر اور ان کے نتیجے میں پیدا ہونے والے تغیرات کو صفحہ قرطاس پر لاتا ہے جس سے صداقت آمیز خیالات کا پرچار ممکن ہوتا ہے۔ ہر معاشرے میں وجود میں آنے والے انقلابات کا اثر اس دور کے ادب پر رہا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر صنف ادب میں آفاقی موضوعات کا اظہار ہوتا رہا ہے۔ ان تخلیقات کے مطالعے سے قاری پہ عالمی منظر نامہ بھی واضح ہوتا ہے اور کسی دور میں ہونے والی سماجی تبدیلیوں سے بھی آگاہی ملتی ہے۔ ان سماجی تبدیلیوں کے رونما ہونے سے ادب مسلسل نموپذیر رہتا ہے اور ہر صنف ادب میں ان تغیرات کی عکاسی مسلسل جاری رہتی ہے۔ اس حوالے سے زاہد حسین لکھتے ہیں :

> ”ادب نہ صرف زندگی میں نئے امکانات کی دریافت اور ترویج و اشاعت کا نام ہے بلکہ انسان کے زندگی کے مسائل اور معاملات سے عہدہ برآ ہونے کے لیے درکار حوصلہ کا نام بھی ہے۔ اس کے ڈانڈے اٹھارہویں صدی میں پھوٹنے والی روشنی خیالی کی تحریک سے شروع ہو کر آج کی مابعد الطبیعاتی اور نفسیاتی تحریکوں سے بھی ملتے ہیں اور اس کے اثرات ہماری آج کی سائنسی اور میکانکی زندگی پر بھی برابر پڑتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔“(1)

سماجی عوامل کی عکاسی کے لیے کسی صنف کو مخصوص نہیں کیا گیا بلکہ ہر آفاقی شاعر یا ادیب کے ہاں بدلتے ہوئے تہذیبی عوامل کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ اردو شاعری میں رونما ہونے والے تہذیبی تغیرات کے حوالے سے دیکھا جائے تو آغاز میں جب شاعری میں محض عیش پرستی کے موضوعات لکھے جاتے تھے تو اس وقت کی شاعری کو رئیسانہ شاعری کہا گیا اور اسی شاعری میں جب علاقوں کی المناک بربادیوں کو موضوع بنایا گیا تو یہ شاعری آفاقی شاعری کہلائی۔ نئے سماجی مسائل کی طرف پیش رفت کے لئے غزل کے

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ساتھ ساتھ نظم میں بھی تخلیقی کوششوں کا آغاز ہونے لگا۔ نظم کے پیرائے اظہار میں بھی تہذیبی وسعتوں کو سامنے لایا گیا۔ شعرا نے اس صنف میں بھی سماج کے مسائل کی عکاسی اپنے منفرد انداز میں کی اور اس طرح اردو شاعری کے اسالیب میں تنوع پیدا ہوتا گیا۔

شعر و ادب کی نمو کے لیے تبدیلی کی فضا ایک ایسا فطری عمل ہے جو ادب کے مختلف رجحانات پہ اپنے دیرپا اثرات مرتب کرتا ہے۔ اجتماعی طور پہ برپا ہونے والے انقلاب کا اثر تمام لوازمہ زندگی پہ پڑتا ہے، ادب چونکہ عملی زندگی کی تفسیر کی حیثیت رکھتا ہے اس لیے اس میں بیان ہونے والے حقائق بھی بدلتے رہتے ہیں۔ سماجی تغیرات سے مفر ممکن نہیں۔ لہذا جیسے جیسے انسان کا ارتقائی سفر جاری رہا اسی طرح زندگی کے دوسرے اہم عناصر ترکیبی جن میں علوم و فنون بھی شامل ہیں، مسلسل تبدیلیوں سے دوچار رہے۔

شاعری ایسی صنفِ سخن ہے جو محض قلبی واردات کا نمونہ نہیں بلکہ اس کے پس منظر میں وسیع تر انسانی بود و باش، تہذیبی و سماجی عوامل کار فرما ہوتے ہیں، ان عوامل کا تبدیل ہونا ادب پہ براہ راست اثرانداز ہوتا ہے۔ معاشرتی اقدار کی تبدیلی سے انسانی محسوسات بھی بدلتے ہیں، انسان کے سوچنے کا انداز اور اس کا زاویہ نظر بھی مختلف ہو جاتا ہے۔ جس کی بنا پہ شعر و ادب میں بھی نئے افکار و خیالات کی عکاسی کی جاتی ہے۔ ادب کی نمو کا انحصار سماجی تغیرات اور بنیادی عوامل کی تبدیلی پر منحصر ہے، بلکہ ان معاشرتی تغیرات کی عکاسی کا سب سے اہم ذریعہ ادب کو ہی قرار دیا جانا چاہیے۔

شاعری اور تہذیب کا آپس میں گہرا ربط اور تعلق ہے۔ شاعری ایک خوبصورت ادبی فن ہے، یہ قلبی احساسات، اجتماعی مسائل، لطیف جذبات اور خدا تک رسائی کے اظہار کا ایک طریقہ ہے۔ تہذیب آداب و اخلاق اور معاشرتی نظام کا ایسا مجموعہ ہے جو کسی ملک یا قوم کے فکری، اخلاقی، اجتماعی، اقتصادی اور سیاسی قواعد و ضوابط پر مشتمل ہوتا ہے۔ تہذیب میں اخلاق، شائستگی، تواضع، علم و فن، شعور و عقل جیسے معاشرتی رویے شامل ہوتے ہیں۔ شاعری اس ادبی فن کی ایک شکل ہے جو معاشرتی اقدار، اخلاقیات اور عرفانی خیالات کو بیان کرتی ہے۔ شاعری کے ذریعے شاعر اپنے شخصی تجربات، خیالات اور دلچسپیوں کا اظہار کرتا ہے۔ شخصی تجربات کے علاوہ دیکھا جائے تو ہر آفاقی شاعر کی شاعری میں اجتماعی کرب اس کی اپنی ذات میں سمٹا نظر آتا ہے۔ شعری ادب اپنے عہد کی آواز ہوتا ہے جس سے سماجی تغیرات اور معاشرتی عوامل کا انسانی زندگی پہ اثراندازی کا با آسانی ادراک کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح شاعر تہذیبی اقدار کو اپنی شاعری میں اجاگر کرتا ہے۔

تحقیق و فکر: شاعر اپنے خیالات اور فکری انداز کے ذریعے تحقیق و تفحص کرتا ہے۔ معاصر تحقیقات اور فلسفیانہ نظریات کا مطالعہ کرتا ہے تاکہ اپنی شاعری کو تازگی اور نو آوردی کے ساتھ بھر سکے۔ اس کے ذریعے وہ تہذیبی قدروں کو اپنی شاعری میں شامل کرتا ہے۔

عمق و توانائی: شاعری میں شاعر کی عمق و توانائی نمایاں ہوتی ہے۔ شاعر اپنی شاعری کے ذریعے قوت، شجاعت، عقلمندی اور روحانیت کو بیان کرتا ہے۔ شاعر ان معاشرتی عوامل کو تہذیبی مطالعہ سے حاصل کرتا ہے۔

احساس و جذبات: شاعر عشق، غم، خوشی، اندوہ، امید وغیرہ جیسے تہذیبی جذبات کو اپنی شاعری کے ذریعے شامل کرتا ہے۔ اس طرح اس کی شاعری وسیع انسانی جذبات کی عکاس بن جاتی ہے۔

اسلامی عجمی روایت: اسلامی عجمی روایت عربی اسلامی فن کی تشکیلات کے ساتھ ایرانی فنون، فلسفہ، ادب، تصوف اور تاریخی وراثت کا مجموعہ ہے۔ عجمی روایت میں زندگی کی خوبصورتی، عشق و محبت خواب و رویا، وحدانیت و انسانیت اور تفکر کو شاعری کے ذریعے پیش کیا جاتا ہے۔ عجمی روایت کے مشہور شعرا میں حافظ، رومی، سعدی، عطاری، نظامی، فردوسی، عبید زاکانی و دیگران شامل ہیں۔ عجمی شاعری کی خصوصیات میں بات چیت کا فن، لفظوں کا انتخاب، مجازی استعارے، فلسفی خیالات اور عشق و محبت کے عمیق جذبات شامل ہیں۔ اردو شاعری میں بھی عجمی روایت کے اثرات نمایاں ہیں ان شعرا میں نمایاں نام جیلانی کامران کا ہے۔ جیلانی کامران برجستہ شاعر تھے جن کے شعری موضوعات میں قدیم تہذیبی روایت کے اثرات بکثرت ملتے ہیں۔ جیلانی کامران کی شاعری میں ماضی کی بازیافت کی گئی ہے۔ 1960 میں جب نئی شاعری کی تحریک چلی، جیلانی کامران اس

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

تحریک کے نہایت اہم اور فعال رکن تھے۔ان کی شاعری کی انفرادیت کا سب سے اہم ثبوت یہ ہے کہ انھوں نے نئی شعری لغت کی ضرورت پر زور دیا لیکن فکری حوالے سے ان کی شاعری کے موضوعات نئی شاعری سے اس طرح مختلف تھے کہ انھوں نے نئی شاعری کیلیے مذہبی شعور کو اہم قرار دیا۔جیلانی کامران نے قدیم تہذیبی روایات اور عظیم اسلامی اقدار سے رشتہ استوار کرنے کی اہمیت پر زور دیا۔نقادوں کے نزدیک جیلانی کامران کا تخلیقی مزاج اقبال سے مماثلت رکھتا ہے۔اقبال کے ہاں بھی عجمی روایت کو زندہ رکھنے کا شعور ملتا ہے۔

تہران ہو اگر عالم مشرق کا جنیوا
شاید کرہ ارض کی تقدیر بدل جائے(اقبال)

جیلانی کامران کی تحریروں میں بھی اسلامی تہذیب سے گہری وابستگی نظر آتی ہے۔نا صرف شاعری بلکہ ان کی دیگر تخلیقات و تنقیدات میں بھی اسلامی تصوف سے اکتساب واضح طور پر دکھائی دیتا ہے۔ ڈاکٹر تبسم کاشمیری جیلانی کامران کی ادبی حیثیت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''اپنے عہد میں وہ ترقی پسند تحریک کا Anti Thesis تھے اس لئے ترقی پسند نقادوں نے ان کے ساتھ کسی دلچسپی کا اظہار نہیں کیا۔۔۔۔۔حقیقت تو یہ ہے کہ وہ مکمل طور پر کسی بھی ادبی گروہ کے ساتھ وابستہ نہ تھے۔اپنی ذات میں وہ اکیلے تھے اور اکیلے رہے۔اپنے شعری تصورات کی جس طرح سے انھوں نے اشاعت کی اور جس ثابت قدمی سے وہ قائم رہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ One Man Gang کی حیثیت رکھتے تھے۔ان کی تخلیقی ذات شعر، تنقید اور دانشوری ایک دبستان کی شکل اختیار کر گئی تھی-جیلانی کامران کا یہ دبستان ان کے انتقال کے ساتھ رخصت ہو گیا ہے مگر اپنے پیچھے طویل ادبی اور تہذیبی روایات چھوڑ گیا ہے۔''(۲)

جیلانی کامران کی شاعری روایت سے یکسر ہٹ کر الگ اور منفرد طرز احساس رکھتی ہے۔ان کی شاعری ایسا جدید منظر نامہ پیش کرتی ہے جس کی بنیادیں انسان کے روایتی و ثقافتی اسلوب سے جڑی ہیں۔اگرچہ جیلانی کامران مغربی تنقید کا بھی وسیع مطالعہ رکھتے تھے اس کے باوجود ان کی تخلیقات اور فکر میں مذہبی شعور اور تہذیبی روایات کا گہرا ادراک ملتا ہے۔اس سیاق سے ہٹ کر جیلانی کامران کی شاعری کو سمجھا نہیں جا سکتا۔جیلانی کامران کی شاعری میں زمین ایک اہم مرکز کی حیثیت رکھتی ہے، جس سے جیلانی کامران کے زمینی و طبیعاتی بنیادوں اور حقیقت سے لگاؤ کا پتہ چلتا ہے۔ان کے شعری مجموعوں میں جا بجا زمین ایک استعارے کی صورت میں ابھرتی ہے۔یہ استعارہ حیات انسانی اور کشف آرزو کی پرتیں کھولتا چلا جاتا ہے۔ان کی شاعری سے چند اقتباسات دیکھیے:

میں نے زمیں کے گل چنے، شاید کہ تو ہے، پھول ہیں
میں نے زمیں کا غم چنا- کہتے ہیں غم کی شاخ پر
اگتے ہیں دل کے ماجرے، تو بھی انہیں نہ سن سکی (۳)

مجھ کو زمین کے دن ہیں گوارا کہ وہ مجھے،
سورج سے، سب سے، چاند سے بڑھ کے پسند ہے
جینا عجیب چیز ہے، لیکن اگر کہوں،
وہ مجھ کو ایک عمر کے صدقے پسند ہے (۴)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.1 2022

ہمارے آنے سے قبل بھی یہ زمیں تھی

اس کے ہزار چہرے تھے
مگر کوئی ایک بھی تھا جس نے اسے

خوشی کی نوید سمجھا
اسے رتوں کی کہانیوں میں دلوں کی

بے مثل عید سمجھا(۵)

ان نظموں سے ظاہر ہے کہ مغربی شاعری کے وسیع مطالعے کے باوجود جیلانی کامران نے اپنی شعری کائنات کو اپنی زمین سے جوڑے رکھا اور شعوری طور پر اپنی تخلیقی دنیا کو روایات واقدار اور تہذیب سے سجائے رکھا۔

اردو شاعری مختلف تحریکوں کے زیر اثر پروان چڑھی ان تحریکوں نے شاعری کے ذریعے حیات انسانی کی مختلف پرتیں کھولنے کی شعوری کوششیں کیں، جن میں ترقی پسند تحریک، رومانوی تحریک، علامت نگاری کی تحریک اور جدید نظم کی تحریک وغیرہ شامل ہیں۔

1960 کے قریب علامت نگاری کی تحریک شروع ہوئی جسے نئی شاعری کا نام دیا گیا اس تحریک کے تحت لسانی تشکیلات اور ہیئت کے تجربات پر زور دیا گیا۔ اس تحریک میں شامل شعرا کا نکتہ نظریہ تھا کہ نئے سماجی دور کے لیے نئی شعری لغت اور شاعر میں نئے سماجی شعور کا ہونا ضروری ہے نئے سماجی شعور کی بنا پہ ہی شاعر اپنے دور کے انسانوں کے مسائل کو سامنے لا سکتا ہے اس تحریک کے زیر اثر شعرا نے شاعری کے مکانات کو وسیع تر کرنے کی سعی کی۔ شاعری میں نیا طرز سخن متعارف کرنے کے حوالے سے جیلانی کامران، فہیم جوزی، انیس ناگی، افتخار جالب اور سعادت سعید کے نام اہم ہیں۔ ان شعرا میں جیلانی کامران وہ شاعر ہیں جنھوں نے اپنے شعری پیرایہ اظہار کے لئے اسلامی عجمی روایت کو بنیاد بنایا، اس بنا پر جیلانی کامران اپنے عہد کے منفرد اور ایک نظریہ ساز شاعر ثابت ہوئے جنھوں نے اپنی عظیم تہذیبی روایت کی روشنی سے اپنی شاعری کو منور کیے رکھا۔ جیلانی کامران نظم کے وہ شاعر ہیں جنہوں نے روحانی تصورات کی بالیدگی کے ساتھ انسان کے تہذیبی شعور کی نمایاں انداز میں وضاحت کی۔ ان کی فکری سمت نمائی کی بصیرت کا ادراک اصغر ندیم سید نے ان الفاظ میں کیا:

> ”جیلانی صاحب کے ہاں کائنات کی تمام اشیا محض نام اشیا نہیں ہیں، ان کی معنویت اور ان کے تخیل اور جذباتی تعلق سے تشکیل پاتی ہے۔ دوسرا اہم دھارا جیلانی صاحب کے طرز احساس میں روحانی ارتقا ہے جو انسان کے حواس خمسہ کو متحرک کرنے کے ساتھ ساتھ ایک نامعلوم اور غیب کے تصور سے جا کر مل جاتا ہے۔ تیسرا اہم دھارا انگریزی شاعروں کی امیجری اور خارجی منظر نامے کے حیاتیاتی تعلق سے وجود میں آتا ہے۔ چوتھا دھارا زندگی کے فلسفے اور مشرقی مفکرین کے اثر سے شاعری میں شامل ہوتا ہے۔ پانچواں دھارا صوفی شعرا کے زندگی آمیش تصوف کے راستے داخل ہوتا ہے۔ یہ تمام دھارے ایک ساتھ موجودہ دور کے کسی شاعر کے طرزِ احساس میں شامل نہیں ہیں۔“(۶)

جیلانی کامران نے اپنی شاعری کا آغاز اس وقت کیا جب زیادہ تر شعرا غزل لکھ رہے تھے اور جیلانی کامران نے اپنی نظموں میں خیال کو مرکزی اہمیت دیتے ہوئے فکری اعتبار سے روایت سے یکسر ہٹ کر ایک نیا راستہ نکالا۔ وہ اپنی نظموں میں بیانیے کی تہہ داری اور علامتوں میں پوشیدہ معنی کی مختلف صورتوں کو سامنے لاتے اور گہری بصیرت

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

کے ساتھ اپنے تخلیقی نظام کو وضع کرتے ہیں۔جیلانی کامران کی تخلیقی بصیرت اور فکری لوازم کا سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ انھوں نے نئی نظم کا رشتہ اسلامی عجمی روایت سے استوار کیااور اپنی نظموں کے ذریعے قاری کو اس کے اسلامی تہذیبی تشخص سے روشناس کرایا۔

جیلانی کامران کے نزدیک کسی بھی شاعر کی تخلیقی اپج کا پتہ اس کی تخلیقات کے پس منظر میں موجود تہذیبی رچاؤ سے ملتاہے اس لئے کسی بھی شاعر کو اس کی تہذیب سے الگ نہیں سمجھا جاسکتا۔تہذیبی تشخص کا پرچار کرنے والے شاعر کے جذبات جب الفاظ کے قالب میں ڈھلتے ہیں تو یہ عالم گیر سچائی بن جاتے ہیں۔جیلانی کامران کی نظموں میں تہذیبی شعور کی عملی تصویریں اسلامی عجمی روایت کی آمیزش کے ساتھ جابجا ملتی ہیں۔ان کا فکری رویہ اور تخلیقی مزاج اپنے خاص زاویہ نظر کے ساتھ حیات وکائنات کے مختلف مسائل پر روشنی ڈالتاہے اور وہ انسانی ارتقا کے تہذیبی مظاہر کو فلسفیانہ سچائیوں کی روشنی میں بیان کرتے جاتے ہیں۔جیلانی کامران اپنے شعری مجموعے ''استانزے'' کے طویل پیش لفظ میں نئی شعری لغت اور نئے دور کے مطابق زبان میں ضروری تبدیلیوں کو ناگزیر قرار دیتے ہیں۔اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''ہماری شعری زبان جس میں پچھلی نسل کی شاعری بھی شامل ہے،اپنے معانی کھو چکی ہے۔مفہوم کی غیر موجودگی میں اس کا اپنا سانچہ محض لفظوں کی ایک شکل بن کر رہ گیا ہے اور کھوکھلے الفاظ شاعری پیدا نہیں کرسکتے۔واضح رہے کہ الفاظ کی ایک عمر ہوتی ہے اور ایک مدت تک وہ اپنے معانی دینے میں کامیاب ہوتے ہیں۔''(۷)

جیلانی کامران کی نظموں میں وقت ایک علامت کے طور پر ابھرتا ہے۔خارجی معروضات کے ساتھ وقت کا جاری وساری رہنے والا سلسلہ جیلانی کامران کی نظموں میں نئی حقیقت منقلب کرتا ہے۔صدیوں کی مسافت طے کرتا انسان جب تھک جاتا ہے تو استانزے کی یہ نظم گویا اس کو تھپکتی ہے۔لمحہ بہ لمحہ گزرتے وقت اور تہذیبی رچاؤ کی حامل جیلانی کامران کی یہ خوبصورت نظم ملاحظہ ہو:

کیا ہوا اوس لہو رنگ ہے،دن بوڑھا ہے
وقت پردیس کی محبوب ہے،وہ کچھ دن تک
عشق انگیز بدن لے کے چلی جائے گی!
وہ چلی جائے گی جب اپنا بدن ساتھ لیے،
دن حسیں ہوگا!مگر دل سے غرض کیا مجھ کو
دن طلوع ہوتے رہیں،وقت کا رس کلیوں میں
جنبش بنتا رہے،ان سے مجھے کیا،مجھ کو

ایک غم،ایک ہی افسوس ہے،تو بھی نہ رکی!
میری تقدیر کے رہوار رکے!وہ غم تھے
رک گئے،عمر رکی،وقت رکا،سال رکے!(۸)

جیلانی کامران کی مطالعاتی وسعتیں کبھی ماضی کی انسانی روایات کا احاطہ کرتی ہے اور کبھی حال کی شعوری صورتوں کا ادراک کرتی ہیں،ساتھ ہی ساتھ مستقبل میں درپیش آنے والی سچائیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہیں۔جیلانی کامران کا مکمل تخلیقی نظام نظم ہو یا نثر تہذیبی تغیرات اور عظیم اسلامی عجمی روایات کا مرکب ہے۔ان کی تخلیقی جہات

ایسے وسیع منظر نامے کی حیثیت رکھتی ہیں، جن کے مطالعے سے انسان کے تہذیبی اسلامی تشخص سے مکمل رہنمائی ملتی ہے۔اسلامی تہذیب کی بازیافت کے حوالے سے جیلانی کامران کی تخلیقی جہات پہ شمیم حنفی نے ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے:

''اردو کی نئی شاعری، نئی تنقید، نئی حسیت کو فروغ دینے والوں میں جیلانی کامران کا نام ہمیشہ روشن رہے گا۔۔۔۔اپنے تہذیبی تشخص کی تلاش اور تعمیر جیلانی کامران کے بنیادی سروکاروں میں سے ایک تھی۔۔۔خوش آہنگی اور بہاؤ کے ساتھ ساتھ ان کی نظموں میں نئی علامتیں وضع کرنے کی ایک فطری اور بے ساختہ صلاحیت کا اظہار بھی ہوا ہے:

کبھی اگر تم زمین سے گزرو، زمین جو ہم سب کی سلطنت ہے
تو جس طرف اک کلی کے مہرے پہ چاندنی اپنا نام خود ہے
وہاں ذرا دیر کے لیے اپنی عمر کی رفت وبود رو کو
زمین کو لمحوں کی بادشاہت میں دیکھنا چاہو
اس طریقے سے آرزوؤں کے ساتھ دیکھو
کہ جس طرح لوگ اپنے محبوب کے بدن کو
وفات کے وقت دیکھتے ہیں
میں کچھ نہیں، اپنے گیت کا، اپنی موت کا نامہ بر ہوں(۹)

جیلانی کامران کی کلیات میں شامل دوسری نظمیں بھی اسلامی عجمی روایت اور تہذیبی تشخص کی ایک کڑی ہیں۔ان نظموں میں ان کی طویل نظم 'نقش کف پا'، 'باغ دنیا'، 'تم اگر دیکھ سکو'، 'لاہور شہر کی کہانی' اور تماشا وغیرہ اہم ہیں۔ان کی شاعری میں پاکستانی تہذیب کی علامت کے طور پر بھی بے شمار تمثالیں در آئی ہیں جو ان کی تخلیقی اپج کا شاہکار ثابت ہوئیں۔دلچسپ امر یہ ہے کہ عالمگیر سچائیوں کو بیان کرنے میں جیلانی کامران کا طرز احساس کہیں بھی پیچیدگی اختیار نہیں کرتا بلکہ ان کی نظمیں سادگی وسلاست کا بہترین مرقع ہیں۔جیلانی کامران لسانی تشکیلات کی تحریک میں شامل ضرور ہوئے لیکن تقلید کے بجائے انھوں نے نئی حقیقتیں اور نئی سمتیں وضع کرنے کی کامیاب شعوری کوششیں کیں۔

جیلانی کامران کا شعری مجموعہ 'باقی نظمیں' ان کی وفات کے بعد شائع ہوا جسے لطیف قریشی نے مرتب کیا، اس مجموعے میں شامل ایک خوبصورت نظم 'کہانی' کا کچھ حصہ دیکھیے:

زمین کو دنیا کے بچپنے کی
جو گم ہوئی ہیں، وہ ڈھونڈ کر
لوریاں سنائیں!
وہ شخص دیکھو،
جو سرو کے پیڑ کے تلے
گیت گا رہا ہے
کوئی کہانی سنا رہا ہے

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.1 2022

کہانی دنیا کے جاگنے کی، کہانی لوگوں کے جاگنے کی
کہانی قسمت کے جاگنے کی
جو لفظ بن کر زمین پر بکھری تو اک خیاباں
مرے ترے دل کے آئینے میں
کسی کا ارماں بن گئی ہے !(۱۰)

مذکورہ بالا نظم کی طرح جیلانی کامران کی کئی نظموں میں ماضی کی بازیافت منفرد تمثالوں کے ذریعے کی گئی ہے۔ان کے ہاں حقائق کو پرکھنے کی اپنی ایک صورت گری ہے۔ مظاہر اشیا کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے ان کے نزدیک انسان کا شعور تہذیبی شعور ہمہ وقت کارفرما رہتا ہے۔

جیلانی کامران کی تخلیقات کا برتر رویہ ان کا صوفی ازم ہے۔اپنے متصوفانہ خیالات کی روشنی میں جیلانی کامران سماجی طور پہ انسان کو اس کی عظیم روایت سے روشناس کراتے ہیں۔ متصوفانہ رویہ، تہذیبی رچاؤ اور فلسفیانہ آہنگ کی آمیزش انہیں اپنے ہم عصر شعرا سے ممتاز بناتی ہے۔انداز تحریر اور فکری لوازم کی بنا پہ ان کا تخیلاتی کینوس مزید وسیع تر ہوتا چلا گیا جس میں اسلامی عجمی روایت اور تہذیب کے مظاہر کے مختلف رنگ مکمل رعنائی کے ساتھ ملتے ہیں۔

جیلانی کامران نے 'غالب کی تہذیبی شخصیت' کے نام سے ایک مقالہ لکھا جو 1974 میں شائع ہوا۔اس مقالے میں جیلانی کامران نے اس امر کی وضاحت کی ہے کہ کسی بھی شاعر کو اس کی تہذیب سے ہٹ کر نہیں دیکھا جا سکتا۔ کیونکہ ان کے نزدیک شاعری کا تہذیبی تصورات سے گہرا رشتہ ہے۔ جیلانی کامران کا یہ مقالہ بھی ان کے تہذیبی مطالعات کی اہم کڑی ہے جس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی تہذیبی روایت کو دریافت کرنا چاہتے تھے۔ جیلانی کامران نے غالب کی غزل کے مفاہیم متعین کرنے کی کوشش کی ہے اور غالب کی عمر کے آخری حصے کے ضعف کو تہذیب کا ضعف جسم کہا کہ ان کے نزدیک غالب کی وفات کے بعد وہ تہذیب بھی روبہ زوال ہو گئی۔اس امر سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جیلانی کامران نے شاعری کو اس کی تہذیبی اقدار سے پیوستہ رکھنے کی شعوری کوششیں کیں۔

جیلانی کامران کا شعری مجموعہ "باغ دنیا"1987 میں شائع ہوا۔ یہ مجموعہ (86 صفحات پہ مشتمل) ایک ہی طویل نظم 'باغ دنیا پر مشتمل ہے۔ شاعر نے اس نظم کو چھ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔اس نظم میں جیلانی کامران نے خصوصی طور پر انقلاب ایران کے مدوجزر کو بیان کیا ہے۔ تہذیبی و اسلامی اقدار سے گہری محبت اور فطری لگاؤ کی بنا پر جیلانی کامران کی نظم فن کی معراج کو پہنچتی ہے۔ شاعر نے اس نظم میں فکری جہات کے نئے در وا کیے ہیں۔ان کی یہ نظم ادبی دنیا میں اسلامی عجمی روایت کا مضبوط استعارہ بن کر سامنے آئی، باغ دنیا کا دائرہ فکر جن چھ مختلف منازل پہ محیط ہے ان میں اسلامی ثقافت اور عجمی روایت کا رنگ پوری تابناکی کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ نظم کا عنوان بھی خاصا معنی خیز ہے جس میں شاعر نے دنیا کو ایک باغ سے تشبیہ دی ہے جس طرح باغ میں خار اور پھول ہوتے ہیں۔اسی طرح دنیا ایسا باغ ہے جس میں خیر و شر جیسی قوتیں برسرپیکار رہتی ہیں۔ یہ طویل نظم اسلامی و عجمی تہذیب کا گہوارہ ہے۔اس نظم میں استعمال ہونے والی تمام علامات بھی عجمی تہذیب کی نشاندہی کرتی ہیں۔اس حوالے سے نظم کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

باغ دنیا سے گزرتی ہے صدا

آل آدم کے سسکنے کی، تڑپنے کی صدا

اپنے ہی شہر میں گم راہ بھٹکنے کی صدا

رقص بسمل کی صدا

خیمہ در خیمہ غم دوست کی مجلس کی صدا

شہر محبوب سے آتے ہوئے محمل کی صدا(۱۱)

فکری وفنی دونوں حوالوں سے جیلانی کامران کی اس نظم کی بنت عجمی استعاروں سے ہوئی ہے۔شاعر نے اس نظم میں اسلامی تہذیب کے مختلف مظاہر کو حکایت کی صورت میں بیان کیاہے۔جیلانی کامران کی یہ طویل نظم گمشدہ تہذیب کی کہانی ہے جوذات کے کرب کے بیان کے ساتھ عالمی منظر نامے کی داستان بن کر سامنے آتی ہے۔ جیلانی کامران کی وفات کے بعد شائع ہونے والے مجموعے 'باقی نظمیں' کے دیباچے میں ڈاکٹر ضیا الحسن نے ان کی ادبی جہات کو ان الفاظ میں سراہاہے ۔لکھتے ہیں :

''جیلانی صاحب کے اس مجموعے میں خواب، تمنا، دعا، آرزو، خواہش، صدا جیسے الفاظ بھی ایک رجائیت آمیز فضا کی تشکیل کرتے ہیں۔۔۔۔۔یہ تمام استعارے کلی طور پر جس فضا کی تعمیر کرتے ہیں،اس میں ایک دل کش اور دلربا کیفیت ہے جو قاری میں سرشاری اور بے خودی پیدا کرتی ہے۔جیلانی کامران کی نظم اپنے اس اسلوب وآہنگ میں اپنی ہم عصر شاعری سے بہت مختلف، منفرد اور آگے ہے،اور اسی باعث وہ راشد کے بعد اردو کے سب سے توانا شاعر ہیں۔''(۱۲)

جیلانی کامران کی شاعری میں فطری مناظر اور دیگر مظاہر فطرت بطور استعارے بکثرت ملتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ جیلانی کامران کو فطرت کا آئینہ جو قرار دیا گیا۔ان کی نظموں میں درخت، بہار کی رُت، خزاں کا موسم، نوخیز کلی، خوشبو، پھول جیسے تمام الفاظ کئی بار استعمال ہوئے ہیں جو ان کی شاعری کو فطرت جیسا دلکش حسن اور خوبصورتی عطا کرتے ہیں۔ان کا شعری مجموعہ 'چھوٹی بڑی نظمیں' جو 1967 میں شائع ہوا۔اس مجموعے میں شامل نظموں میں برتے جانے والی ان فطری تصویروں کی ایک جھلک دیکھیے :

میری بات سن کر-وہ ننھی زلیخا
جو چھوٹے سے طوطے پہ جاں وارتی ہے
جو بچپن سے باہر نکل کر،ہوا میں
درختوں کی خوشبو میں،موسم میں،کلیوں میں
لمحہ بہ لمحہ بدن ہارتی ہے! (۱۳)

تو۔۔جیسے گرمی کی گرم راتوں میں
جگنوؤں کی بہار آتی ہے،
جیسے دنیا کی سرحدوں پر
نئے ستاروں کی گمشدہ چاندنی درختوں میں
لوٹ آتی ہے۔
اس کی دنیا میں چاند آیا، بہار آئی،
زمیں نرالی وضع میں اس کے لئے سلیقے سے مسکرائی!(۱۴)

جیلانی کامران کی شاعری تہذیب کی بنیاد سے پھلی اور ان کے اسلامی اقدار سے لگاؤ نے اس کی آبیاری کی اور اب ان کی شاعری کائنات کے اسرار و رموز اور وجدانی لحن سے مزین ذات کی آرزو کے در وا کرتے ہوئے عہد حاضر کے انسان کی تشفی کا باعث بن چکی ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

حوالہ جات

1۔ www.hilal.gov.pk

2۔ راوی، مدیر عبدالسمیع،لاہور،واحد شمارہ، ستمبر2003، جلد90، مشمولہ مقالہ "جیلانی کامران کی تہذیبی روایت "از ڈاکٹر تبسم کاشمیری، ص102

3۔ جیلانی کامران کی نظمیں (کلیات)،لاہور: ملٹی میڈیا فیئرز،2002،ص30

4۔ ایضاً،ص35

5۔ ایضاً،ص 335

6۔ راوی، مدیر عبدالسمیع،لاہور،واحد شمارہ، ستمبر2003، جلد90، مشمولہ مقالہ "جیلانی کامران جدید نظم کا معتبر حوالہ "از اصغر ندیم سید، ص 103

7۔ جیلانی کامران کی نظمیں (کلیات)،لاہور: ملٹی میڈیا فیئرز،2002،ص13

8۔ ایضاً،ص47

9۔ استعارہ(بیاد سراج منیر) شمارہ اکتوبر-مارچ 2003، مدیر: محمد صلاح الدین پرویز/حقانی القاسمی، مشمولہ مضمون "ہوا نے دی ہے خبر رات کے گزرنے کی "از شمیم حنفی، ص 72،73

10۔ جیلانی کامران، باقی نظمیں، لاہور: ملٹی میڈیا فیئرز،2009،ص43

11۔ جیلانی کامران کی نظمیں (کلیات)،ایضا:ص۲۰۱

12۔ جیلانی کامران، باقی نظمیں، ایضا،۲۰۰۹،ص۲۰

13۔ جیلانی کامران کی نظمیں (کلیات)،ایضا،ص۱۳۴

14۔ ایضاً،ص۱۳۱